باب الفتاویٰ

باھمی تنازعات

بلال احمد مفتی جمعیت اہل حدیث بلتستان

سوال نمبر 1 - تین بھائی ایک چشمے کے حصہ دار ہیں، لیکن دو بھائی تیسرے کو پانی کا صحیح حصہ نہیں دیتے۔ اب تیسرا بھائی کیا کرے؟ دوسرے دو بھائیوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال نمبر 2 - ایک بھائی اپنے بھائی کے بارے میں الزام تراشی کرتا اور تہمت لگاتا رہتا ہے۔ اس کا شرعی حل کیا ہے؟

سوال نمبر 3 - ایک شخص اپنے بھائی پر ہمیشہ احسان کرتا ہے، اسے پیسے بھی دیتا ہے، لیکن وہ احسان فراموشی کرتا ہے، اور اس کو ذہنی تکلیف دیتا رہتا ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

جزاکم اللہ خیرا

الجواب بعون الوهاب:

نمبر 1- بشرط صحت سوال دونوں بھائی اپنے بھائی پر ظلم کررہے ہیں، ان کا یہ کام سراسر ناجائز اور ظلم ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''**اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة**'' [متفق علیہ] ''ظلم ظالم کے لئے قیامت کے دن اندھیرا ہوگا۔'' اور اللہ کا فرمان ہے: ﴿**لا تَظلِمون و لا تُظلَمون**﴾ [البقرة 179] ''نہ تم دوسروں پر ظلم کرو، نہ دوسرے تم پر ظلم کریں۔'' لہٰذا وہ گاؤں کے پنچایت کے ذریعے اپنا حق حاصل کرے، بصورت دیگر وہ عدالت کے ذریعے بھی اپنا حق حاصل کرسکتا ہے۔

نمبر 2 - بدگمانی ایک ذہنی بیماری ہے جو مؤمن کے لئے جائز نہیں، پھر اس بنا پر کوئی الزام تراشی پر اتر آئے تو پنچایت کے ذریعے صفائی کرانا چاہئے۔ تہمت پر نوعیت کے مطابق جرمانہ بھی عائد کیا جاسکتا ہے۔

نمبر 3- احسان فراموشی انسان کی کمزوری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: ''**من لم يشكر الناس لم يشكر الله**'' [الترمذی] یعنی ''جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا، اس سے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں ہوسکتا۔''

قسط:8

بدعت کی شرعی حیثیت

محمد حسن آصم صدیقیؒ

بدعت کا اطلاق دینی معاملات پر ہی ہوتا ہے:

مذکورہ اصولی قواعد اور حوالہ جات کو پیش کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کہ دورِ حاضر کے اہل اسلام کو ایسے حضرات سے سابقہ پڑا ہے جو اصولِ دین سے بے بہرہ، لیکن شکوک وشبہات کھڑی کر کے عوام الناس کے ایمان کو لوٹنے میں نہایت چست اور ہوشیار ہیں۔ اور بے چارے عوام ان کے لمبے چوڑے جبہ و دستار سے مرعوب ہو کر ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آتے ہیں اور متاعِ ایمان کھو دیتے ہیں۔

قارئین کرام نے بخوبی ملاحظہ کیا کہ دیوبندیوں کے علاوہ بریلوی مکتبِ فکر بھی ''بدعت'' کی تعریف میں ''دِین'' کی قید لگاتے ہیں۔ اور حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ کی عبارت میں حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال واعمال کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے۔ ☆یعنی ''کل قول و فعل لم یثبت عن الصحابة ﷺ فھو بدعة''

ام المؤمنین عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'من عمل عملاً لیس علیه امرنا فھو رد'' [مسلم کتاب الاقضیة، ۱۶/۱۲] ''**جس کسی نے کوئی ایسا عمل انجام دیا، جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔**'' معلوم ہوا کہ ''بدعت'' صرف خود ساختہ اعتقاد کا نام نہیں، بلکہ اس کا دائرہ ''عمل'' پر بھی محیط ہے۔

اہلِ بدعت کا ایک اصولی مغالطہ: اہل بدعت عموماً مغالطے کا شکار ہو کر کہتے ہیں: ''**سنت کی مخالفت**'' کا حکم لگانے

☆صحابہ کرام ﷺ کے اقوال واعمال؛ جن کی دلیل کتاب وسنت میں نہ ملے، ان کی دو قسمیں ہیں: **اجتہادی مسائل** اور **توقیفی امور**۔

[۱] اجتہادی مسائل میں صحابہ کرام ﷺ کے اجتہادات قابلِ قدر اور لائق اعتناء ہیں۔ لیکن ان کے ذاتی اوصاف وفضائل کو ہی مُوجِب ترجیح قرار دینا تقلید کی روش ہے اور دلائل وقرائن کی بنا پر راجح مسئلے کی تلاش تحقیق کا اسلوب۔

[۲] غیر اجتہادی امور میں ان کے عقائد واعمال کو محدثین کرامؒ ''حکماً مرفوع'' قرار دیتے ہیں، یعنی انہیں حدیث نبوی کی حیثیت دیتے ہیں۔ اس بارے میں صرف ان اصحاب کرام ﷺ کو مستثنیٰ کرتے ہیں، جو توریت وانجیل وغیرہ پڑھنے کے عادی تھے، تاکہ بنی اسرائیل کی کسی حکایت کے احادیث نبویہ میں شامل ہونے کا اندیشہ نہ رہے۔

کے لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ''صریح نہی'' اس پر ثابت ہو، اور جو ''مسکوت عنہ'' ہیں، ان کا ایجاد کرنا ''بدعت'' نہیں۔ اگر لغوی معنیٰ کی رُو سے انہیں ''بدعت'' قرار دیا جائے تو وہ شرعاً ''بدعت حسنہ'' شمار ہوں گے۔

مولوی عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں: ''پس جمیع اہل اسلام کو جاننا چاہیے کہ حدیث ''من احدث فی امرنا ھٰذا'' کے ذیل میں جو شارحین حدیث لکھ رہے ہیں کہ '' نکالنا اس چیز کا جو مخالف کتاب و سنت کے نہ ہو، بُرا نہیں۔'' اس کا صاف معنیٰ یہی ہے کہ جس چیز کی نہی کتاب الٰہی اور حدیثِ رسول اللہ ﷺ میں موجود نہیں' اس کا نکالنا بُرا نہیں، اور جس کی نہی موجود ہو، وہ ایجاد و احداث مردود ہے۔ [انوار ساطعہ] اسی طرح مفتی احمد یار خان نے لکھا ہے: ''اگر اعمال بھی ہوں تو ''لیس منہ'' سے مراد وہ اعمال ہیں جو خلافِ سنت اور خلافِ دین ہوں۔'' [جاء الحق]

الجواب: یہ ان کی اصولی غلطی اور جہالت کا بدترین مظاہرہ ہے۔

(اولاً) اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**لیس علیہ امرنا**'' یعنی ''**جس پر ہمارا حکم موجود نہ ہو۔**'' آپ ﷺ نے یہ کہاں فرمایا کہ وہ کام مردود ہوگا: ''**نھینا عنہ**'' یعنی ''**جس سے ہم نے منع کیا۔**'' فعل کا ثبوت نہ ہونے اور نہی وارد ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(ثانیاً) جس چیز پر رسول اللہ ﷺ کی نہی ثابت ہو، تو وہ بالاتفاق ممنوع اور معصیت ہوگی، وہ ابتداع کی مَد میں کیسے رہی؟! بدعت و احداث نہی سے الگ چیز ہے۔☆ جیسا کہ صحیح روایات اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

(ثالثاً) اگر **احداث** اور **بدعت کی تعریف** یہ ہے کہ اس پر نہی (منع) ثابت ہو، تو پھر اس کی دو قسمیں ''بدعت حسنہ'' اور ''سیئہ'' کیسے بنائی گئیں؟! کیا ان لوگوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی صریح نہی ثابت ہونے کے بعد بھی یہ احتمال رہ جاتا

☆ اکثر بدعتیں واقعی وہی ہیں، جن سے بالخصوص نہی وارد نہیں ہوئی، بلکہ عدمِ ثبوت کی بنا پر ''**ابتداع**'' کے مَد میں آتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی بد بخت صریح منع والے کام کا ارتکاب بھی اجر و ثواب کی جھوٹی امید کے سہارے انجام دینے لگے، تو اس کے بھی ''**بدعت**'' ہونے میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی صریح نہی ''**لا تشدوا الرحال ......**'' [مسلم، کتاب الحج ح: ۴۱۵ المنھاج ۹/۱۰۳-۱۰۶] کے باوجود مقبروں اور نام نہاد مصلّی شریفوں کی زیارت کے لیے سفر کرنا۔ حتیٰ کہ نہی: ''**یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف**'' [بخاری، کتاب الاشربۃ باب ۶ فیمن یستحل الخمر...... ۱۰/۵۳] کے باوجود موسیقی کا شوق کرنے پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنر عمر بن الولید کو خط لکھا: ''......**واظھارک المعازف والمزامیر بدعۃ فی الاسلام**'' [النسائی، کتاب قسم الفیٔ ۷/۱۲۹] لگتا ہے کہ وہ قوالی جیسی کلاسیکی موسیقی کا شوق کرتا تھا۔ واللہ اعلم (عبدالوھاب خان)

ہے کہ اس میں کسی بھی پہلو سے ''حُسن'' موجود ہو؟! اور اس صریح ممانعت کے ہوتے ہوئے علمائے اصولِ فقہ یہ نہ سمجھ سکے کہ آپ ﷺ کی نہی کا کم از کم درجہ کراہت ہے! پھر بدعت کے یہ مختلف احکام واجب، مندوب، حرام، مکروہ اور مباح کیسے تجویز ہوئے؟! [دیکھیے شرح مسلم للنووی ۶/۱۵۴-۱۵۵]

(رابعاً) یہ کہنا کہ ''جس چیز کی نہی کتاب وسنت میں نہ ہو اس کا ایجاد کرنا برا نہیں'' سراسر باطل اور قطعاً مردود ہے۔ علمائے اسلام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جس طرح واضح حکم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت کے ذریعے خوشنودی حاصل کی جاتی ہے، بالکل اسی طرح شریعت کی رخصتوں اور رعایتوں سے استفادے سے بھی رضائے الٰہی حاصل کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ان اللہ یحب ان یؤتیٰ رخصہ کما یکرہ ان یؤتیٰ محارمہ'' [مسند احمد ۲/۱۰۸] جس طرح نبی اکرم ﷺ کا کسی کام کو انجام دینا سنت ہے، اسی طرح کسی کام کو ترک کر دینا بھی سنت مطہرہ میں شامل ہے۔ لٰہذا آپ ﷺ کے ترکِ فعل کی اتباع سنت ہے، اور اس کی مخالفت بدعت ہے۔

علامہ علی بن سلطان محمد القاریؒ ت: ۱۰۱۴ھ المعروف: ملا علی قاریؒ مشکوۃ المصابیح کی پہلی حدیث ''إنما الاعمال بالنیات'' کی شرح میں کہتے ہیں: ''والمتابعة كما تكون فى الفعل تكون فى الترك ايضاً، فمن واظب علىٰ فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع'' [مرقاۃ المفاتیح ۱/۴۱ ط: مکتبہ امدادیہ ملتان] ''متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے، اسی طرح ترک میں بھی ہوتی ہے۔ سو جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت کی، جو شارع ﷺ نے نہیں کیا، تو وہ بدعتی ہے۔''

شیخ عبدالحق دہلویؒ اسی موقع پر کہتے ہیں: ''اتباع ہمچنانکہ در فعل واجب ست در ترک نیز می باید، پس آنکہ مواظبت نماید بر فعلے آنچہ شارع نکردہ باشد مبتدع بود۔ کذا قال المحدثون''۔ [أشعة اللمعات ۱/۳۳]

مسند الامام ابی حنیفہؒ کی شرح میں ہے: ''والاتباع كما يكون فى الفعل يكون فى الترك، فمن واظب علىٰ ما لم يفعله الشارع ﷺ فهو مبتدع، لشمول قوله ﷺ "من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد"۔

علامہ سید جمال الدین محدثؒ کہتے ہیں: ''تركه ﷺ سنة كما ان فعله سنة۔''

ان تمام عبارتوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ سبب پائے جانے کے باوجود رسول اللہ ﷺ کا کسی کام کو ترک کرنا اسی طرح سنت ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا کسی کو انجام دینا۔ اور جو شخص سنت نبویہ پر عمل پیرا نہیں ہوتا، وہ فقہاء ومحدثین کی تصریح کے مطابق بدعتی ہے۔ اور کسی بھی باشعور شخص سے مخفی نہیں کہ موجودہ دور کے اہل بدعت جو کچھ دین سمجھ کر کرتے ہیں، ان تمام کے دواعی ومحرکات دورِ نبوی میں پائے جاتے تھے۔ لٰہذا ان امور سے اجتناب کرنا سنت ہے، اور انہیں ثواب کی